پاکیزہ

پاکیزہ

(بیک گروائنڈ میں آواز) = کوئی راگ

یہ نرگس ہے، نواب چاند کی چھوٹی بہن جس کی
دُلربا آواز اور جس کے گھنگھروؤں کی جھنکار نے
ایک دھوم مچا رکھی ہے۔ کتنے دل ہیں جو اس
کی ٹھوکروں میں تڑپتے رہتے ہیں۔ اور یہ ان
پر لاپرواہی سے ناچتی رہتی ہے۔ ہاں مگر، یہ
کون ہے؟ جس کے آتے ہی نرگس اپنے ناپاک
ماحول میں مرجھا کر رہ جاتی ہے اس کی روح
فریاد کرنے لگتی ہے۔ ''شہاب! مجھے یہاں سے
لے جاؤ'' اور شہاب کی آنکھوں میں تڑپتا ہوا
عشق اسے یقین دلانے لگتا ہے۔ ہاں نرگس!
ان بدنام محفلوں میں پگھلتی ہوئی اس شمع کو
میں یہاں پگھلنے نہیں دوں گا۔ ایک رات میں
آؤں گا اور تمھیں اس دوزخ سے نکال
لے جاؤں گا۔۔۔۔آخر وہ رات آ گئی ،
وعدے کی رات، جس کے انتظار میں نرگس

اپنی ہر بےچین رات اپنی خواب گاہ کے جھرو
میں کھڑے کھڑے گزار دیتی تھی۔

شہاب : ''نرگس، نجوّ! کچھ کہو''

نرگس : ''شہاب! تم سچ مچ موجود ہو نا !؟

شہاب : ہاں نجوّ!

نرگس : اور میں تمھارے پاس ہوں۔

شہاب : ہاں نجوّ! تم میرے پاس ہو۔

نرگس : اب تم مجھے اپنے گھر لئے جا رہے ہو ۔تمہارا
گھر کسی بہت اونچی جگہ پر ہے، بالکل سفید
اور میں لال جوڑا پہنے تمھاری دلہن بنی ہوئی
اُس گھر کے کسی دالان میں ڈولی سے اتر
رہی ہوں۔

لڑکا : چچا جانی، چچا جانی!

بڑے ابا : ٹھہرو، بے غیرت! ایک طوائف کو بیاہ کر اس
گھر میں لانے کی تجھے جرات کیسے ہوئی؟

شہاب : بابا! ایسے ناپاک الفاظ آپ اس کے لئے
استعمال نہیں کر سکتے جو میری معصوم محبت ہے

اور آپ کے خاندان کی بہو ہے۔

بڑے ابا: خاموش! یہ بازاری گالی تم ہمارے خاندان کو نہیں دے سکتے۔ یہ ہماری بہو نہیں، تمھارا گناہ ہے۔

نرگس : اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ٹھہرنا بھیّا ٹھہرنا۔

بھیّا : کہاں جایئے گا بی بی جی؟

نرگس : مجھے کسی قبرستان لے چلو۔

(بیک گراؤنڈ آواز)

بےچاری نرگس ڈولی سے اتر کر موت کے اِس بھیانک جنگل میں اکیلی کھڑی رہ گئی ہے۔ اس کے سارے ارمان، سارے خواب اسے یہاں بے سہارا چھوڑ کر وہ جا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

(پس منظر میں راگ)

شہاب اپنی مظلوم دلہن اور اپنی لُٹی ہوئی محبت کی تلاش میں نہ جانے کن کن بازاروں کی خاک چھانتا پھر رہا ہے نرگس سے کیے

ہوئے شہاب کے سب وعدے اب اس کے
دشمن بن گئے ہیں۔ جو اسے یہاں وہاں بھٹکا
بھٹکا کر اپنی ذلت کا انتقام لے رہے ہیں۔
اور یہاں ویران دنوں اور سنسان راتوں میں
نرگس کی سسکتی ہوئی زندگی آنسوؤں کی بوندوں
میں رس رس کر ختم ہونے کو آ گئی۔

جیولر : کھوٹ اس میں کا ہے کی نکلے گی۔ جی۔
اشرفیاں تو چوکھی ہی ہیں۔ ٹانکا ہو گا کوئی دو
(۲) رتی

خالہ : یہ کنگن کس کا ہے؟

عورت : کیا بات ہے؟

خالہ : یہ ہمارا ہے۔

عورت : تمھارا؟

خالہ : ہاں، یہ ہمارا ہی ہے۔

عورت : پر یہ تو کسی اور کا ہے۔

خالہ : کس کا؟

عورت : کیا نام بتاؤں اُس کا، اللہ جانے کون دُکھیاری

ہے وہ، دس مہینے سے ہمارے قبرستان میں آ پڑی ہے، کہاں سے آئی ہے، کیا اُس پر بیتی ہے، کچھ نہیں بتاتی۔ اللہ جانے کس کا غم ہے۔ اس میں روتی بھی نہیں اور چپکے چپکے مرتی جا رہی ہے۔

خالہ : اس کم نصیب کے بال سنہرے تو نہیں ہیں؟

عورت : ہاں، سنہرے ہی تو ہیں۔

خالہ : مجھے اس کے پاس لے چلو وہ نامراد میری بہن ہے۔

کہاں ہے؟ (چیخ) نرگس، نجوّ! میری بہن! تو مر گئی نجوّ! اپنے بھولے پن کی اتنی کڑی سزا کس طرح کاٹی ہو گی تو نے، کس طرح، موت کے سنسان ویرانے کو سہا ہو گا۔ کتنا روئی ہو گی تُو، کتنا روئی ہوگی۔

عورت : یہ اُس کا کچھ سامان بھی ہے۔

خالہ : اسے تم بیچ ڈالنا۔

کتب فروش : ماسٹر جی! ماسٹر جی!

ماسٹر : کیا ہے؟

کتب فروش : وہ کتاب مل گئی جس کی آپ کو تلاش تھی

ماسٹر : اچھا مل گئی، مل گئی، لائیے دکھائیے، کہیے، کیا دے دوں۔

کتب فروش : اجی مجھے کچھ، آپ جو چاہے دے دیجئے۔

ماسٹر : اچھا اچھا ، یہ لیجئے ، اوہو ، یہ کس کا خط ہے جو اپنے پتے پر نہیں پہنچا۔

کتب فروش : اب آپ اسے پہنچانے بھی جائیں گے۔!؟

ماسٹر : کیوں نہیں، یہ تو بڑے ثواب کا کام ہے۔ ضرور پہنچاؤں گا، ضرور پہنچاؤں گا۔

(نرگس کا خط):

''میرے سر تاج ! اتنی اچھی میری تقدیر نہ تھی کہ تمھارے دروازے سے میرا جنازہ نکلتا اور تم مجھے اپنا کاندھا دے کر قبرستان پہنچاتے لیکن آہ!! مجھے جیتے جی تمھارے گھر سے نکل کر خود ہی اپنے لئے قبرستان ڈھونڈنا پڑا۔ آج میں تمھاری اس نا انصاف دنیا سے جا رہی ہوں۔

یہ خط تمھیں کل مل جائیگا ۔
اسے پڑھتے ہی یہاں چلے آنا اور میری سنسان گود سے اس بے قصور بچی کو لے جانا، جو تمھاری بیٹی ہے۔ ہماری ملاقات اب قیامت کے دن ہوگی۔
''خدا حافظ، تمھاری بیمار نرگس''

شہاب : انا للہ و انا الیہ راجعون. اُن کی بیٹی بھی تو تھی۔

بوڑھی عورت: ہاں تھی مگر اُس کو تو اُس کی خالہ لے گئی تھی۔

شہاب : خالہ

خالہ : اُتر جا اس کوٹھے سے، یہ دھونس کسی اور پر جمانا، مجھے نہیں جانتا۔ میرا نام بھی نوابزادی ہے اگر پھر اس کوٹھے پر قدم رکھا تو ٹانگیں تڑوا دُوں گی۔

(قہقہ) : ہا ہا ہا

لڑکا : کوئی شہاب الدین صاحب ہیں جو آپ کو نیچے

بلا رہے ہیں۔

خالہ : کون ہیں آپ، میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

شہاب : میں شہاب الدین ہوں۔

خالہ : اچھا تو آپ شہاب الدین ہیں ،میرے بہنوئی، (ہنسی) کہیے پھر کیسے آنا ہوا ۔ اب کس گناہ گار کی تلاش ہے آپ کو۔ اب کس طوائف کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے پرہیزگاری کا کفن لے کر آئے ہیں آپ؟

شہاب : نرگس نے مرتے دم میرے نام ایک خط لکھا تھا جو آج سترہ سال بعد مجھے ملا ہے۔ اس میں میری بیٹی کا ذکر ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ یہا ں ہے۔

خالہ : تو آپ اُسے دیکھنے آئے ہیں۔

شہاب : میں اسے لے جانے آیا ہوں۔

خالہ : اچھا تو آپ لے جانے آئے ہیں۔ کسی قبرستان نے اب اُس کے جنازے کی فرمائش کی ہو گی آپ سے۔ اچھی بات ہے، لے

جایئے۔ آپ کی بیٹی ہے۔ میں کیسے منع کر سکتی ہوں۔ لیکن اس وقت تو وہ مجرے کے لئے بیٹھ چکی ہے۔ اور پھر کھلے عام اس بدنام بازار سے بیٹی کو لے جانا یوں بھی آپ کی غیرت کے خلاف ہے کل صبح آیئے گا۔

(پس منظر میں آواز)

شہاب : چلو

صاحب جان: انہی لوگوں نے ، انہی لوگوں نے انہی لوگوں نے، انہی لوگوں نے

انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

بجوا : ہمری نہ مانو بجوا سے پوچھو

ہمری نہ مانو سیاں

ہمری نہ مانو بجوا سے پوچھو

جس نے،۔۔۔جس نے اشرفی گج دینا دوپٹہ میرا

جس نے اشرفی گج دینا دوپٹہ میرا

ہو.جی ہو دوپٹہ میرا،۔۔۔۔۔۔۔ہو ہو دوپٹہ میرا

آ آ آ، ہمری نہ مانو رنگ رجوا سے پوچھو

ہمری نہ ما نو سیاں

ہمری نہ مانو رنگ رجو سے پوچھو

جس نے،۔۔۔جس نے گلابی رنگ دینا دوپٹہ میرا

جس نے گلابی رنگ دینا دوپٹہ میرا

انہی لوگوں نے انہی لوگوں نے

انہی لوگوں نے

ہمری نہ مانو سپہیا سے پوچھو

ہمری نہ مانو سپہیا سے پوچھو

ہمری نہ مانو

ہمری نہ مانو سپہیا سے، سپہیا سے

سپہیا سے پوچھو

جس نے،۔۔۔جس نے بجریا میں چھینا دوپٹہ میرا

جس نے بجریا میں چھینا دوپٹہ میرا

انہی لوگوں نے، انہی لوگوں نے، انہی لوگوں نے

انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

دوپٹہ میرا، دوپٹہ میرا، دوپٹہ میرا، دوپٹہ میرا

شہاب : پہلوان! یہ تالا کیوں پڑا ہے؟

اوں ہوں کب گئے؟

عورت : تڑکا ہوتے ہی گئے ہیں۔

شہاب : کچھ معلوم ہے کہاں گئے ہیں؟

پہلوان : فاختہ ہے، اس منڈیر سے اڑی ہے تو پھر کس منڈیر پر بیٹھتی ہے، کسے معلوم۔

شہاب : (گاڑی والے سے) چلو

پہلوان : اری! پان دے ایک۔

عورت : اے او، موچھڑ! روز مفت کے پان چباتا ہے تو یہ موچھیں بھی تو نیچی کر۔

سلیم : بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

خط (سلیم کی آواز): ''معاف کیجئے گا۔ اتفاقاً آپ کے ڈکمپارٹمنٹ میں چلا آیا تھا۔

آپ کے پاؤں دیکھے۔ بہت حسین ہیں۔

انہیں زمین پر مت اتاریئے گا، میلے ہو جائیں گے۔۔۔۔۔آپ کا ایک ہم سفر''۔

(آواز) : آپ کے پاؤں دیکھے، بہت حسین ہیں۔ انہیں زمین پرمت اتاریئے گا، میلےہو جائیں گے۔
آپ کا ایک ہم سفر

لڑکی : میں نے بھی کہلوا دیا کہ میں کوئی گھر والی نہیں ہوں جو کونوں میں منہ دے دے روؤں گی۔ واہ واہ! میں اپنی جان کو روگ کیوں لگانے لگی۔ بھئی دس دفعہ ناک اس دہلیز پر
رگڑنی ہو تو آؤ تو آؤ۔ نہیں تو بیٹھو
اپنی دُرگا کے پاس ہاں۔ ٹھیک ہی تو کہا۔

لڑکی : آپا! صاحب جان آپا، آداب باجی، صاحب جان آپا آئی ہیں۔
اماں، اماں خالہ جان آئی ہیں۔
آداب

خالہ جان : جیتی رہو۔

کوئی : صاحب آپا

وقت اچھا رہے گا۔

خالہ : آداب آپا جان

آپا : خوش رہو۔ آؤ۔ خیریت تو ہے؟

خالہ : شدّن! ذرا پانی پلانا، ٹھنڈا۔

شدّن : ٹھنڈا ہی ہے۔ ادھر، اجی ادھر لے آیئے۔

صاحب جان: ببن نظر نہیں آتی۔ کہاں ہے؟

عورت : وہ تو بیمار پڑی ہے۔

خالہ : کیا ببن بیمار ہے؟

آپا : ہاں

صاحب جان: ببن ! ببن! !

ببن : صاحب جان! تم کب آئیں۔ اچھا کیا اکیلی آئی ہے؟

صاحب جان: نہیں خالہ جان کے ساتھ آئی ہوں۔ طبیعت کیا خراب ہے تیری؟

ببن : ہوں ہٹ، بے مروت ،میں کتنے خط لکھتی ہوں اور تو مہینوں بعد کسی ایک کا جواب دے کر ٹال جاتی ہے۔ دلّی والے بے وفا

ہوتے تو نہیں ہیں، تو کہاں سے پیدا ہو
گئی ان میں۔

صاحب جان: ناراض پھر ہو لینا۔ اب لیٹ جا آرام سے۔

بنن : مگر یہ اچانک آنا کیسے ہو گیا۔ نہ خط نہ
کوئی تار۔

صاحب جان: معلوم نہیں۔ لیکن پرسوں رات خالہ جان کو
کسی نے کوٹھے سے نیچے بلا یا۔ پھر جب وہ
لوٹیں تو پریشان تھیں۔

خالہ : اب میں کسی بازار میں تو اسے لے کر بیٹھ
نہیں سکتی۔ڈھونڈنے جاؤں گی، کہیں الگ کوئی
حویلی مل جائے تو پھر یہ دھڑکا جاتا رہے۔

آپا : ہاں ہاں حویلی مل جانا کیا مشکل ہے۔ اب
نواب حشمت شاہ کا گلابی محل جو انہوں نے
گوہر جان کو بخش دیا تھا وہی مل سکتا ہے۔

خالہ : اے باجی! میری اتنی حیثیت کہاں ہے کہ میں
نواب حشمت شاہ کا گلابی محل خریدوں گی۔

آپا : وہ تو گذر گئے اورگوہر جان گلے گلے تک

قرضے کے انبار میں پھنس گئی۔ اب محل نیلام ہو رہا ہے۔ لاکھ سوا لاکھ میں بولی ہو جائے گی۔ کیا اتنا بھی نہیں ہے تیرے پاس۔

خالہ : اتنّا

قلی : گاڑی آ گئی ہے۔

ایک لڑکا : کوئی تکلیف ہے آپ کو ؟

کوئی آواز : نجریا کی ماری مری موری بیاں
نجریا کی ماری مری موری بیاں
نجریا کی ماری مری موری بیاں

عورت : یہ لو، گلابی محل مبارک ہو

کوئی آواز : نجریا کی ماری مری موری بیاں

عورت : میں نے ساری باتیں طے کر لی ہیں۔

(پس منظر میں): نجریا کی ماری مری موری بیاں

عورت : کل سے صاحب جان انھیں کے ساتھ گلابی محل میں رہے گی اور جب تک شہاب الدین کا خطرہ نہ ٹل جائے وہ گوہر جان کی ہی بھانجی کہلائے گی۔

کوئی آواز(پس منظر میں): موری بیاں

نواب : کون ہے یہ؟

ساتھی : آگ ہے حضور آگ، جی ہا ں حضور، آ ج کل سارے شہر کو یہ آگ لگی ہوئی ہے۔

نواب : لیکن ابھی تک ہمارے دامن کو تو نہیں لگی

ساتھی : لگ تو گئی ہے۔ رات تک بھڑک بھی جائے گی۔ کیا جوتا چلایا ہے۔ واہ واہ واہ

نائکہ : آیئے ادھر تشریف رکھیے۔

ساتھی : نواب زادہ جعفر علی خان صاحب شیدا، رئیس اعظم پانی پت

نائکہ : تسلیم عرض کرتی ہوں ۔ارے بھائی ذرا دیکھنا، کیا دیر ہے؟

کوئی لڑکی: جی اچھا۔

نائکہ : ارے ٹھیکیدار صاحب ! وہاں کہاں بیٹھ رہے ہیں آپ، ادھر تشریف لے آیئے۔

ٹھیکیدار : بس جی بندے اپنی اوقات پر ہی ٹھیک ہیں۔

صاحب جان: چاندنی رات بڑی دیر کے بعد آئی ہے۔

یہ ملاقات بڑی دیر کے بعد آئی ہے۔
آج کی رات وہ آئے ہیں بڑی دیر کے بعد
آج کی رات بڑی دیر کے بعد آئی ہے
تاڑے رہیو او بانکے یار رے
تاڑے رہیو او بانکے یار رے
تاڑے رہیو تاڑے رہیو تاڑے رہیو
تاڑے رہیو او بانکے یار رے، تاڑے رہیو
ٹھہرو لگائی آؤں نینوں میں کجرا،
ٹھہرو لگائی آؤں کجرا (کجلا)
چوٹی میں گوندھ آؤں پھولوں کا گجرا
میں تو کر آؤں سولہ سنگھار اے
میں تو کر آؤں سولہ سنگھار رے
میں تو کر آؤں سولہ سنگھار رے
میں تو کر آؤں سولہ سنگھار رے
تاڑے رہیو
جاگے نہ کوئی، آ آ آ۔۔۔جاگے نہ کوئی
جاگے نہ کوئی جاگے نہ کوئی۔۔۔۔۔۔

تاڑے رہیو تاڑے رہیو تاڑے رہیو،
تاڑے رہیو او بانکے یار رے، تاڑے رہیو
جاگے نہ کوئی
جاگے نہ کوئی رینا ہے تھوڑی
بولے چھما چھم پائل نگوڑی
بولے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
نگوڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
بولے چھما چھم پائل نگوڑی
اجی دھیرے سے کھولوں گی دوار رے
سیاں دھیرے سے، میں تو چپکے سے
اجی ہولے سے کھولوں گی دوار رے
سیاں دھیرے سے کھولوں گی دوار رے
تاڑے رہیو، تاڑے رہیو، تاڑے رہیو
تاڑے رہیو او بانکے یار رے
بانکے یار رے، بانکے یار رے
تاڑے رہیو

صاحب جان: کیا بجا ہو گا؟

کوئی : کوئی تین بجنے والے ہیں۔

صاحب جان: جا تُو سو جا۔

سلیم (تصور میں): معاف کیجئے گا اتفاقاً آپ کے کمپارٹمنٹ میں چلا آیا تھا آپ کے پاؤں دیکھے، بہت حسین ہیں۔ انہیں زمین پر مت اتاریئے گا، میلے ہو جائیں گے۔ آپ کا ایک ہم سفر

نائکہ : دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیجیو۔ بڑا من چلا رئیس ہے۔ جس کوٹھے پہ چڑھ جاتا ہے اس کی سیڑھیاں سونے کی بن جاتی ہیں۔

لڑکی : لوگو ! اب ہماری نانی اماں ناچیں گی۔
(کچھ آوازیں)

لڑکی : ہماری جان ہی لے گی ہماری جان کی قسم۔ خالہ جان بتا رہی تھیں کہ آپ بہت اچھا ناچتی ہیں۔

نانی : اے تو اب کہاں، کبھی ناچتی تھی۔۔۔۔تو ناچیں

کوئی عورت : ارے آپا تو کیا ہوا۔ اب یہ بچیاں کہہ رہی

ہیں تو۔۔۔۔۔۔دکھا دو نا۔۔۔۔۔سیکھ ہی لیں گی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

نانی : مگر طبلہ، مگر سنگت کون کرے گا۔ ہاں تو آڑا چوکہ لا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نسوانی آواز: تسلیمات آغا صاحب

آغا صاحب: لے آؤ بھئی، لے آؤ، رکھو۔

عورت : اے ہے یہ کیا چیز ہے ؟

آغا : دکھاؤ، جی وہ پچھلی رات ایک ٹٹ پونجئے ٹھیکیدار ۔۔۔؟ ہوگیا تھا۔ اس کی ندامت دور کرنے کے لئے نواب نے یہ چھتیس ہزار کا قالین بھیجا ہے یعنی سو سنار کی اور ایک لوہار کی۔ اور یہ خاص آپ کے شوق کی چیز ہے۔ کہیں میرے منہ سے نکل گیا تھا کہ ہماری صاحب جان کوچڑیوں کا بہت شوق ہے۔ چنانچہ بھیج دی۔ انمول ہے۔ باقاعدہ گاتی ہے۔

لڑکی : اچھا

آغا : جی سیئیے

لڑکی : اجی یہ چڑیا نہیں ہے۔ یہ تو ہماری لاڈلی آپا ہیں۔

دوسری عورت : بدتمیز۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔کیا تُو اس کے برابر کی ہے؟

تیسری عورت: نا مراد

کوئی عورت : یہ کیا بات ہے آپا! آخر یہ اس کی بڑی بہن ہے۔ رفیع! جا اسے۔۔۔۔۔میں لٹکا دے

عورت : آغا صاحب

آغا : جی

عورت : بس، اب آپ سے کیا کہنا ہے، آپ تو خود گھاٹ گھاٹ کا پانی پیے ہوئے ہیں۔

آغا : جی، کچھ کہنے کی ضرورت نہیں(ع) عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔

عورت : اے ہے، وہ آ گئے ۔

صاحب جان: کون؟

عورت : نواب صاحب۔

عورت : تشریف رکھیے۔

نواب : کیا بات ہے آج محفل نہیں ہے؟

عورت : ہے تو سہی ، لیکن لوگ آئے نہیں۔

نواب : شاید کل کے واقعے کی وجہ سے

نائکہ : (ہنسی) ہاں، شاید، لیکن حضور اس کا خیال کیوں کرتے ہیں۔ لوگ نہیں آئے تو نہ سہی، ستارا ، اور سُن اپنی سنگت کے لئے شدن کو بھی آواز دے لینا۔

ستارا : جی اچھا

نائکہ : یہ بڑی بوڑھیوں سے سنا تھا کہ خاندانی رئیس ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ دیکھا نہیں تھا، وہ کل دیکھ لیا۔

نواب : شکریہ۔ میں پان نہیں کھاتا۔

عورت : آغا میاں

کوئی : جی

نائکہ : وہ بات مجھے یاد آ گئی ۔

کوئی : وہ بات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

صاحب جان: آداب عرض کرتی ہوں۔

نواب : آداب! مزاج تو اچھا ہے۔

صاحب جان: عنایت ہے۔

نواب : لوگوں نے آپ کی جان کا صدقہ تو اتارا لیکن کسی نے آپ کی نظر بھی اتاری۔ ضرور اتروا لیجئے گا۔ ہماری نظر آپ کو لگ جائے گی۔

صاحب جان: چلتے چلتے چلتے، یونہی کوئی مل گیا تھا
یونہی کوئی مل گیا تھا، سرِ راہ چلتے چلتے
سرِ راہ چلتے چلتے
وہیں تھم کے رہ گئی ہے
وہیں تھم کے رہ گئی ہے
میری رات ڈھلتے ڈھلتے
میری رات ڈھلتے ڈھلتے۔۔۔
جو کہی گئی نہ مجھ سے
جو کہی گئی نہ مجھ سے
وہ زمانہ کہہ رہا ہے

وہ زمانہ کہہ رہا ہے
کہ فسانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ فسانہ بن گئی ہے
کہ فسانہ بن گئی ہے
میری سانس چلتے چلتے ، میری سانس چلتے چلتے
یونہی کوئی مل گیا تھا
یونہی کوئی مل گیا تھا
سرِراہ چلتے چلتے   سرِ راہ چلتے چلتے
یونہی کوئی مل گیا تھا   سرِ راہ چلتے چلتے
چلتے چلتے   سرِ راہ چلتے چلتے
چلتے چلتے، چلتے چلتے، چلتے چلتے، چلتے چلتے،
چلتے چلتے، چلتے چلتے، چلتے چلتے، چلتے چلتے،
چلتے چلتے
یو نہی کوئی مل گیا تھا
یونہی کوئی مل گیا تھا
شبِ انتظار آخر، شبِ انتظار آخر،
کبھی ہو گی مختصر بھی، کبھی ہوگی مختصر بھی۔
یہ چراغ، یہ چراغ بجھ رہے ہیں، یہ چراغ بجھ

رہے ہیں

میرے ساتھ جلتے جلتے، میرے ساتھ جلتے جلتے

یہ چراغ بجھ رہے ہیں، یہ چراغ بجھ رہے ہیں

یہ چراغ بجھ رہے ہیں

یہ چراغ بجھ رہے ہیں، یہ چراغ بجھ رہے ہیں

یہ چراغ بجھ رہے ہیں

میرے ساتھ جلتے جلتے، میرے ساتھ جلتے جلتے

صاحب جان: وہ بنوا لائی

عورت : ہاں بنوا لائی

صاحب جان: لادے، کم بخت، جا نکال اندر سے

عورت : اندر سے ---------- مل گیا

(بیک گراؤنڈ میں): آپ کے پاؤں دیکھے بہت حسین ہیں انہیں

زمین پر مت اتاریئے گا ۔میلے ہو جائیں گے۔

کوئی آواز : ------------------

ایک لڑکا : زخموں سے کلیجے کو بھر دے ---- برباد

ہائے اللہ، میں بھی تو تیری بندی ہوں

کوئی آواز : ------------------

لڑکی : اب تو ہار گئے آپ ، دوڑیے صاحب

آداب۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صاحب جان: بِبن کہاں ہے؟

لڑکی : وہ غسل خانے میں ہے، اور یہ

(پس منظر میں کوئی راگ یا گانا):

کوئی مرد : آیئے کھیلئے

صاحب جان: آپ لوگ کھیلئے، ہم سے تو یہ آتی نہیں

عورت : چلئے

(پس منظر میں موسیقی):

عورت : کون صاحب جان۔ کب آئیں

صاحب جان: ابھی

عورت : یہ کیا، صاحب جان کھڑی ہیں؟

کہو اچھی تو ہو

اجنبی : ہاں صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

عورت : ارے بھئی کبھی کبھار ادھر بھی نکل آیا کرو۔

صاحب جان: آؤں گی کسی دن

اجنبی : سنو بھئی ہمیں تم سے ایک کام تھا۔

صاحب جان: کیا کام تھا؟

اجنبی : کل ہم ایک مجرے میں جا رہے ہیں کل بس ایک دن کے لئے تمہاری تقدیر ہمیں چاہیئے پرسوں لوٹا دیں گے۔

صاحب جان: ہاں ہاں ضرور لے جانا اور پھر چاہے واپس ہی مت کرنا۔

(پس منظر میں کوئی غزل یا گانا)

اجنبی : پان کھاؤ گی۔

صاحب جان: جی نہیں

کوئی عورت : یہ تو وہی پرانے ہیں۔ میں سمجھی نواب نے بخشے ہیں۔

ببن : اری اس وقت اگر میں کچھ اور مانگتی تو وہ بھی مل جاتا۔ سچی، ابھی میں تمھیں یاد ہی کر رہی تھی۔

کوئی آواز: (پس منظر میں)۔۔۔دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

ببن : سنا ہے، رات ایک ہی غزل میں ساری رات
گزار دی اور بے چارہ نواب اپنے ہی بھیجے
ہوئے قالین میں سل گیا۔

صاحب جان: میرے تو کان پک گئے اس ذکر سے

ببن : کیا کچھ پریشان ہے تو۔

صاحب جان: ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔

ببن : کیا؟

صاحب جان: وہ پردے چھوڑ دے ذرا

(پس منظر میں): دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

ببن : ہاں کیا بات؟

(پس منظر میں): اٹھتا ہے

صاحب جان: بہت دنوں سے مجھے ایسا کچھ لگتا ہے کہ جیسے
میں بدلتی جا رہی ہوں۔ جیسے میں کسی انجانے
سفر میں ہوں اور کہیں جا رہی ہوں۔ سب
کچھ چھوٹا جا رہا ہے۔ صاحب جان بھی مجھ

سے چھوٹ رہی ہے اور میں صاحب جان سے
دور ہوتی جا رہی ہوں۔

(پس منظر میں غزل کی آواز)

ببن : کون ہے یہ؟

صاحب جان: کون؟

ببن : وہی جسے میں پوچھ رہی ہوں۔ بتا۔

صاحب جان: کیا بتاؤں کون ہے۔ ایک عجیب واقعہ ہے۔

(پس منظر میں غزل کی آواز)

ببن : کیا۔

صاحب جان: یہ کہ ہر رات تین بجے ایک ریل گاڑی اپنی
پٹڑیوں سے اتر کر میرے دل سے گزرتی ہے
اور مجھے ایک پیغام دے جاتی ہے۔

ببن : کیا؟

پس منظر میں: عشق ایک میر بھاری پتھر ہے،
عشق ایک بھاری پتھر ہے------بوجھ کس ناتواں
سے اٹھتا ہے۔ یہ دھواں سا

ببن : صاحب جان (پس منظر میں: اٹھتا ہے) یہ پیغام

تیرے لئے نہیں ہے۔

صاحب جان: کیا ، نہیں نہیں، یہ میرے ہی لئے ہے۔اسے میں نے اپنے ہی پاؤں میں رکھا ہوا پایا تھا۔

ببن : ہاں، لیکن اُس وقت تیرے پیروں میں گھنگرو بندھے ہوئے نہیں ہوں گے۔ اگر گھنگرو بندھے ہوئے ہوتے تو یہ کیسے کوئی کہتا کہ ان پاؤں کو زمین پر مت رکھنا، میلے ہو جائیں گے ۔ میری جان! یہ پیغام تو ہے لیکن بھٹک گیا ہے۔

آغا : اور آج رات ان کی دعوت ہے شام کو میں حاضر ہوں گا اور ان کو میں لے جاؤں گا۔

عورت : اچھی بات ہے، کہاں سے آ رہی ہو؟

صاحب جان: ببن کے یہاں گئی تھی۔

عورت : یہاں تو آؤ، دیکھو آغا میاں کیا لائے ہیں۔

صاحب جان: آتی ہوں، اوہو، میں تو بہت تھک گئی، جا کہہ دے میں بہت تھک گئی ہوں۔

عورت : اچھا

ہیں(ع) یونہی کوئی مل گیا تھا۔ سر راہ چلتے چلتے۔

صاحب جان: یاد ہے۔

یونہی کوئی مل گیا تھا سر راہ چلتے چلتے
چلتے چلتے، سرِراہ چلتے چلتے، چلتے چلتے

نواب : کیا ہوا ؟ یہ کیا؟☆

کوئی : سامنے کیا ہے☆

کوئی : سامنے ہاتھی آ گئے☆

نواب : کیا ہے☆

کوئی : ہاتھی ہیں سرکار ☆

(سلیم کی آواز): یہ پھر ایک برستی ہوئی رات ہے اور میں سفر میں ہوں۔ میرے سوا کمپارٹمنٹ میں اور کوئی نہیں لیکن وہ سامنے والی برتھ پر میری ایک سہانی یاد پھر کروٹ بدل رہی ہے۔ اور مہندی سے رچا ہوا وہی حسین پاؤں مجھے آج بھی بار بار ڈس رہا ہے ۔ یہ کیا ہے اس کیفیت کا نام کیا ہے

صاحب جان: محبت ! ! !

موسم ہے عاشقانہ اے دل کہیں سے ان کو ایسے میں ڈھونڈ لانا

ایسے میں ڈھونڈ لا نا

موسم ہے عاشقانہ، اے دل کہیں سے ان کو

ایسے میں ڈھونڈ لانا

ایسے میں ڈھونڈ لانا موسم ہے عاشقانہ

کہنا کہ رُت جواں ہے اور ہم ترس رہے ہیں

کالی گھٹا کے سائے برہن کو ڈس رہے ہیں

ڈر ہے نہ مار ڈالے ساون کا کیا ٹھکانہ

ساون کا کیا ٹھکانہ، موسم ہے عاشقانہ

سورج کہیں بھی جائے تم پر نہ دھوپ آئے

تم پر نہ دھوپ آئے

تم کو پکارتے ہیں ان گیسوؤں کے سائے

آ جاؤ میں بنا دوں پلکوں کا شامیانہ

پلکوں کا شامیانہ

موسم ہے عاشقانہ

پھرتے ہیں ہم اکیلے بانہوں میں کوئی لے لے

آخر کوئی کہاں تک تنہائیوں سے کھیلے
دن ہو گئے ہیں ظالم راتیں ہیں قاتلانہ
راتیں ہیں قاتلانہ
موسم ہے عاشقانہ
یہ رات یہ خموشی یہ خواب سے نظارے
یہ خواب سے نظارے
جگنو ہیں یا زمیں پر اترے ہوئے ہیں تارے
بے خواب میری آنکھیں، بےخواب میری آنکھیں
مدہوش ہے ہے زمانہ، مدہوش ہے زمانہ
موسم ہے عاشقانہ اے دل کہیں سے ان کو
ایسے میں ڈھونڈ لانا
موسم ہے عاشقانہ

صاحب جان: اللہ وہ میرے پاس کھڑے ہیں اور میری جان نکلی جا رہی ہے۔ آپ یوں ہی حیران حیران مجھے دیکھتے رہیں گے میں ترستی ترستی بنا آپ کو ایک نظردیکھے مر جاؤں گی۔ آپ ہی کے سامنے آپ ہی کے بستر پرختم ہو جاؤں گی۔

ذرا منہ پھیر لیجئے۔

کچھ تو مہلت دے دیجئے،۔۔۔۔۔سانس

۔۔۔۔۔؟میں ایک جھلک آپ کی دیکھ لوں۔

سلیم : کتنا عجیب واقعہ ہے جیسے کوئی کہانی سنا رہا ہو

۔۔۔۔۔تسلیم، جی نہیں اس طرف، آپ کو

یہاں دیکھ کر کتنا حیران ہوں میں۔ اس جنگل

میں اس دور دراز جزیرے پر،میرے اس خیمے کی

تنہائی میں کون بسا گیا ہے آپ کو۔ کچھ

تو کہیے آپ کون ہیں۔کیا نام ہے آپ کا؟

صاحب جان: نام میرا نام

سلیم : آپ نے جواب نہیں دیا۔

صاحب جان : میں کون ہوں اور کیسے یہاں آگئی ہوں مجھے

کچھ یاد نہیں۔

سلیم : یہ رات مجھے دیوانہ بنا دے گی۔ میں آپ کو

کچھ یاد دلاؤں۔ شاید آپ کی ڈوبی ہوئی

یادوں میں سے کوئی یاد ابھر آئے۔ برسات کی

ایک رات تھی۔ آپ ریل میں سفر کر رہی

تھیں۔ میں اتفاق سے آپ کے کمپارٹمنٹ میں چلا
آیا۔ آپ سو رہی تھیں۔ آپ سوتی رہیں مگر
آپکے پاؤں جاگ اٹھے اور میرے ہوش و
حواس سے کھیلنے لگے ۔ آپ کے ان ہی
پاؤں کے لئے میری ایک عرضی آپ کو اپنے
قدموں میں رکھی ہوئی ملی ہو گی۔ آپ نے
اُسے پڑھا ہو گا۔ یاد کیجئے،۔۔۔۔۔۔ آپ کے
پاؤں دیکھے۔ بہت حسین ہیں۔ انہیں زمین پر
مت اُتاریے گا میلے ہو جائیں گے۔

بن کی آواز: صاحب جان! یہ پیغام تیرے لئے نہیں ہے۔

صاحب جان: کیا، نہیں نہیں۔ یہ میرے ہی لئے ہے۔اسے
میں نے اپنے ہی پاؤں میں رکھا ہوا پایا تھا۔

بن کی آواز: ہاں، لیکن اُس وقت تیرے پاؤں میں گھنگھرو
بندھے ہوئے نہیں ہوں گے۔

سلیم : یاد آیا آپ کو، سنیے۔

صاحب جان : جی

صاحب جان: جی ؟

سلیم : میں کچھ دیر کیلئے آپ سے دور جا رہا ہوں۔

صاحب جان: کہاں؟

سلیم : زیادہ دور نہیں۔ وہ سامنے ندی کے پار لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنا اردلی یہاں بھیج دوں گا۔ میرے لوٹنے تک وہ آپ کی دیکھ بھال کرے گا۔

صاحب جان: آپ کب تک لوٹیں گے؟

سلیم : رات ہونے سے پہلے لوٹ آؤں گا۔

صاحب جان: رات ہونے سے پہلے ضرور لوٹ آیئے گا۔

سلیم : ضرور لوٹ آؤ ں گا۔

صاحب جان: سنیے!

سلیم : آپ کچھ کہنے والی تھیں۔

صاحب جان: رات ہونے سے پہلے ضرور لوٹ آیئے گا۔

سلیم : ضرور

سلیم : غفار

غفار : جی سرکار

سلیم : غفار

غفار : آیا سرکار

سلیم : آ، غفار، دیکھو کسی طرح بھی اسی وقت تم ہمارے خیمے میں چلے جاؤ۔ وہاں، وہاں مہمان آئے ہوئے ہیں اور کھانے پینے کا سامان بھی اپنے ساتھ لیتے جانا۔ دیکھو جب تک ہم خیمے پر لوٹیں نہیں تم وہیں رہنا۔

غفار : بہت اچھا

اجنبی : دیکھئے وہ تو نہیں ہیں۔

عورت : ہاں ہاں وہی ہے۔ اللہ تیرا شکر ہے

غفار : سرکار

سلیم : لیجئے صاحب ہم آ گئے۔ سورج ابھی ڈوبا نہیں۔

غفار : سرکار! یہاں تو کوئی بھی نہیں۔

سلیم : کوئی بھی نہیں

اجنبی : آداب عرض ہے۔ آداب عرض ہے۔ آداب عرض ہے

کوئی : ہاں بیٹا

گانے کی آواز: انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا
انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا

نائکہ : شروع کرو

سلیم کی آواز: سنیے آپ کچھ کہنے والی تھیں۔

صاحب جان(تصور میں): رات ہونے سے پہلے ضرور لوٹ آیئے گا۔

سلیم کی آواز: ضرور لوٹ آؤں گا۔

اجنبی : کیا کہنے ہیں خان صاحب
کیا چیز شروع کرائی ہے، واہ اے بسمل صاحب آج ہم بے چاروں کی خیر نہیں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ قیامت آنے والی ہے۔

کوئی : جی ہاں لیکن کب آئے گی یہ ذرا صاحب جان سے پوچھ کر ہمیں خبر کر دیجئے۔

نائکہ : دیکھا خاں صاحب! میں نہ کہتی تھی مجرا اُس وقت تک نہ رکھئے جب تک بخار بالکل نہ اتر جائے ۔ ابھی تک اس کا پنڈا گرم ہے۔

خاں صاحب: ارے

نائکہ : کیسے مجرا کرے۔ ہاں، خواہ مخواہ ان حضرات
کو تکلیف ہوئی۔

نواب : ۔۔۔۔۔صاحب

دل کی مجبوری بھی کیا شے ہے کہ در سے اپنے
اس نے سوبار اٹھایا تو میں سو بار آیا

نواب : لیجئے ہماری طرف سے صاحب حان کی جان کا
صدقہ اتار دیجئے۔

صاحب جان: کون ہو تم؟

ٹھیکیدار : ارے تم مجھے پہچانی نہیں۔ میں ٹھیکیدار ہوں۔
بات سنو مجھے بلایا گیا ہے۔ تم اتنی پریشان
کیوں ہو رہی ہو۔ عجیب بات ہے؟

مسافر : کیا ہوا گارڈ صاحب؟

گارڈ : شاید کوئی گاڑی کے نیچے آ گیا ۔

: (کچھ آوازیں)

کوئی او مائی گاڈ

مسافر : بھئی واقعی سچی بات ہے۔ جا کو راکھے سائیاں
مار سکے نہ کوئی۔ اللہ کا کرم ہو گیا بھئی۔

دوسرا مسافر : بھئی وہ تو صحیح ہے لیکن انجن ڈرائیور نے بھی کمال کیا۔

(کچھ آوازیں)

سلیم : کہاں گم ہوگئی تھیں تم؟

صاحب جان : نہ جانے میں کہاں بھٹکتی پھرتی ہوں۔ مجھے کچھ ہوش نہیں۔آپ ہی آپ کبھی آپ مجھے مل جاتے ہیں ، کبھی بچھڑ جاتے ہیں۔ نہ جانے یہ میرا خواب ہے یا میں پاگل ہوگئی ہوں۔ معلوم نہیں کب یہ خواب ٹوٹ جائے گا۔ اور کس ویرانے میں میری آنکھ کھلے گی، کہاں مجھے ہوش آئے گا۔

سلیم : جہاں بھی تمھیں ہوش آئے گا میری آنکھیں تمھیں دیکھ رہی ہوں گی اور میری ہی آنکھوں میں تمھارے خواب کی تعبیر ہوگی،ہاں۔

کوئی عورت : چپ رہو نہیں تو پٹ جاؤ گی صبح صبح میرے ہاتھ سے۔

کوئی : اے بوا اب لے بھی آؤ

سلیم : آداب بڑی اماں ، اماں آداب پھپھو سلام

پھپھو : جیتے رہو

سلیم : آپ بیٹھ جایئے، کتنے حیران ہیں سب لوگ

عورت(اماں): ہاں حیران تو ہیں ہم لوگ

سلیم : اس لئے کہ یہ کون ہے میرے ساتھ

عورت : ہاں! یہ کو ن ہے؟

سلیم : یہ کون ہے۔ میں بھی نہیں جانتا ، یہ ایک مظلوم لڑکی ہے جو اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔

بڑی اماں : یہاں آؤ بیٹی ، ہاں کسی اچھے گھر کی لگتی ہے بے چاری!

سلیم : اسی لئے تو میں انہیں یہاں لے آیا ہوں اور جب تک انہیں یاد نہ آ جائے کہ یہ کون ہیں، یہ ہمارے ہاں ہی رہیں گی۔

بڑی اماں : ہاں ہاں کیوں نہیں۔

سلیم : کیوں پھپھو

پھپھو : چل ہٹ

بڑی اماں : اچھا آؤ، اب ناشتہ کر لو

سلیم : کرتا ہوں بڑی اماں، ذرا منہ ہاتھ تو دھو لوں۔ اٹھ نازو چل ذرا منہ ہاتھ دھلا۔

نوکرانی : اچھے میاں! اب آپ اپنی مہترانی کو کڑے کب پہنا رہے ہیں؟

سلیم : اری تو بیاہ تو کر تجھے کڑے ہی کڑے پہنا دوں گا۔

نوکرانی : میں نے اپنا کر لیا۔ آپ کے انتظار میں کب تک بیٹھی رہتی۔ دلھن تو چھانٹ ہی لائے ہیں۔ اب آپ بھی اپنا کر لیجئے۔

کوئی : چل ہٹ بے حیاء

سلیم : اماں! بڑے ابا کہاں ہیں؟

اماں : تمھارے چچا کو لینے حیدر آباد گئے ہیں۔

سلیم : حیدر آباد

بڑی اماں : ہاں، وہ وہاں سرکاری دواخانہ میں بیمار پڑا ہے۔

سلیم : ارے اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ اب تو گھر آنے والے ہیں۔ ان کے آنے کی

خوشی میں محفل وحفل ہو جائے، ارے روتے نہیں ہیں۔ اب تو آنے والے ہیں۔ بڑے ابا لے کر آ رہے ہیں، حیدر آباد سے۔ میری اماں۔

آواز : دروازہ کھولو

عورت : کون ہے؟

آواز : ہم ہیں۔

شہاب : اماں! آداب

اماں : میرے چاند، میرے لعل

ایک لڑکی : ببلی، زیبا ، ماموں جان آگئے ہیں۔

شہاب : بھابھی تسلیم

بھابھی : سلامت رہو

کوئی لڑکی : آداب، ماموں جان

شہاب : جیتی رہو!

ایک اور لڑکی: آداب چچا جان

شہاب : جیتی رہو!

ایک اور لڑکی (پس منظر): آداب چچا جان

شہاب : جیتی رہو، نازک ہے نا

نازک : جی ہاں۔

شہاب : بہت جلدی بڑی ہو گئی۔

کوئی لڑکی : آداب چچا جان

شہاب : جیتی رہو

عورت : بیٹی، تم ذرا کھانے کا انتظام کرو۔

سلیم : چچا جان!

شہاب : اچھا

سلیم : تسلیم چچا جانی

شہاب : تم بھی آئے ہو ، بہت خوب

سلیم : مجھے یہاں آ کر پتہ چلا کہ آپ حیدر آباد میں تھے۔

شہاب : جیتے رہو ، خوش رہو۔

سلیم : اچھے تو ہیں آپ؟

شہاب : ------------کون ہے؟

اماں : انھیں سلام کرو

شہاب : جیتی رہو ۔ تماری دلہن ہے؟

اماں : نہیں، عارف کی د لہن ہے ۔

شہاب : اچھا، عارف کی شادی ہو گئی۔

عارف : شادی کرنا ہی پڑی۔ تمھیں بہت تلاش کیا، مگر تمھاری کوئی خبر ہی نہ ملی۔

شہاب : اچھا ہی کیا۔ مبارک ہو، تمھاری بھی شادی ہو گئی؟

کوئی عورت : ان کی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو جب تک خود کوئی لڑکی پسند نہیں کریں گے شادی ہی نہیں کریں گے۔

شہاب : بھئی کر لو پسند، ہمیں تمھارا سہرا دیکھنے کا بہت ارمان ہے ۔ اور اب ہماری زندگی کا کوئی بھروسہ بھی نہیں ہے

سلیم : یہ کیا کہہ رہے ہیں چچا جان! ابھی تو آپ برسہا برس جئیں گے۔

شہاب : خیر تم کوئی لڑکی پسند کر لو ناں۔

لڑکی : چچا جانی، اچھے بھائی تو پسند کر لائے ہیں۔ وہ

بیٹھی ہیں۔

شہاب : اچھا

لڑکی : وہ بیٹھی ہیں۔

عورت : بیٹھ اُدھر

بڑے ابا : کون؟

سلیم : تسلیم بڑے ابا۔

بڑے ابا : کب آئے تم؟

سلیم : میں بھی آج ہی آیا ہوں۔

بڑے ابا : بیٹھو! کون ہے وہ لڑکی؟

سلیم : وہ میرے ساتھ ہیں۔

بڑے ابا : جاؤ لڑکیو، تم لوگ جاؤ ۔ سلیم

سلیم : جی

بڑے ابا : وہ کون ہے؟

سلیم : وہ ایک گمنام لڑکی ہے۔

بڑے ابا : تو وہ تمھارے ساتھ ہے؟

سلیم : جی

بڑے ابا : یعنی

سلیم : یہ کون ہے۔ میں بھی نہیں جانتا، یہ ایک مظلوم لڑکی ہے جو اپنی یادداشت کھو چکی ہے اور اتفاقاً میری پناہ میں آگئی ہے۔

بڑے ابا : لیکن تمھارے اس بیان پر کون یقین کرے گا؟

سلیم : مجھے اس کی پروا نہیں

بڑے ابا : تمھیں نہیں لیکن ہمیں اس کی پروا ہے ۔ جو لوگ دودھ سے جل جاتے ہیں وہ چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتے ہیں۔

سلیم : افسوس کہ لوگ دودھ سے بھی جل جا تے ہیں۔

بڑے ابا : کیا تم ہم سے بحث کر نا چاہتے ہو۔ ہم سے بحث کرنے کی ضرور ت نہیں ایسی لڑکی جس کا کوئی نام نہیں، پتہ نہیں، وہ کیوں تمھارے ساتھ ہے؟

سلیم : اس لئے کہ وہ میری پناہ میں ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں

بڑے ابا : گناہ تو نہیں لیکن اس میں ہماری بدنامی ہے۔

سلیم : جی نہیں۔ اس میں آپ کی کوئی بدنامی نہیں۔ اگر اس میں کوئی بدنامی ہے تو وہ میری ہے۔

بڑے ابا : تم کون ہو، کیا تمھارا ہم سے کو ئی رشتہ نہیں؟

سلیم : جی ہے، لیکن میرے اس معاملے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔

بڑے ابا : ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہمارا کوئی تعلق نہیں تو پھر تم اپنی یہ بدنامی ہمارے گھر کیوں لے آئے ہو۔

سلیم : بے شک مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں بھول ہی گیا تھا اس گھر کے انسانوں کو ہر سانس کے بعد دوسرے سانس کے لئے بھی آپ سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ اور آپ کی اولاد خدا کی بنائی ہوئی زمین پر نہیں چلتی آپ کی ہتھیلی پر رینگتی ہے---۔ چلو یہاں سے یہ کسی

دلدل پر کھڑے سے بنی ہوئی حویلی ہے جو کسی
کو پناہ نہیں دے سکتی۔ یہ بڑی خطرناک جگہ
ہے۔

اماں : سلیم!

شہاب : سلیم۔سلیم ٹھہرو سلیم! سلیم!

سلیم : تم شاید ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو بھول
چکی ہو اور اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تم
کوئی نہیں ہو صرف میری تقدیر ہو۔ اُدھر دیکھو
سارا عالم تمھارے قدموں پہ جھکا ہوا ہے۔ اور
یہ صبح تمھیں سلام کر رہی ہے۔

صاحب جان: للہ چپ ہو جایئے۔ اتنے پیار سے میری جان
مت لیجئے میں اقرار کیے لیتی ہوں مجھے سب یاد
ہے ۔ میں کیا ہوں، کون ہوں۔

سلیم : کون ہو تم، کون ہو؟

صاحب جان: میں بے قصور ہوں۔ آپ نے یہ ظلم ڈھایا
تھا۔ آپ آئے، آپ نے خط لکھا اور پھر کبھی
آپ نے مجھے چین سے سونے نہیں دیا۔ ہر

رات آپ مجھے پکارے ہوئے گزرتے رہے۔ ہر روز میری روح میرے بدن سے کھنچتی رہی، دُور ہی دور میں آپ کی حسرت میں ڈوب کر مر جاتی مگر آپ نے مجھے ڈوبنے بھی نہیں دیا۔ میں بھاگ جاتی، لیکن آپ کے خیمے نے مجھے گھیر لیا۔ آپ آ گئے اور آپ کے دل کی دھڑکنوں نے مجھے یہ کہنے بھی نہیں دیا کہ میں ایک طوائف ہوں۔

(گانا) : چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیار چلو
چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیا ر چلو
آؤ کھو جائیں ستاروں میں کہیں
آؤ کھو جائیں ستاروں میں کہیں
چھوڑ دیں آج یہ دنیا یہ زمین
دنیا یہ زمین
چلو دلدار چلو، چاند کے پا ر چلو

ہم ہیں تیار چلو
ہم نشے میں ہیں سنبھالو ہمیں تم
ہم نشے میں ہیں سنبھالو ہمیں تم
نیند آتی ہے جگا لو ہمیں تم
جگا لو ہمیں تم
چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیار، چلو
زندگی ختم بھی ہو جائے اگر
زندگی ختم بھی ہو جائے اگر
نہ کبھی ختم ہو الفت کا سفر
الفت کا سفر
چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیار چلو
چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیار چلو
چلو دلدار چلو، چاند کے پار چلو
ہم ہیں تیار چلو

سلیم : میاں! ذرا تانگہ روکنا۔ ایک سہرا بنا دیجئے۔

سہرے والا : سہرا

سلیم : ہاں

سہرے والا : اچھا سرکا ر تشریف رکھئے۔

سلیم : ذرا شاندار بنائیے گا۔

اجنبی : صاحب جان! یعنی تم مجھے پہچان نہیں رہی ہو۔
بہت خوب مگر اتنی بے رخی کیا کہ سلام
تک نہ ہے۔

سلیم : کون صاحب ہیں آپ؟

اجنبی : اچھا تو یہ آپ کے ساتھ ہیں۔ ارے ادھر آ

نوکر : جی حضور!

اجنبی : کون ہے تو؟

نوکر : خادم

اجنبی : انہیں ہمارا نام بتاؤ۔

نوکر : سردار ہاشم خان

سردار ہاشم خان: نہیں جناب! اب تو آپ کو بھی اپنا نام بتانا
پڑے گا۔

سلیم : میں یہاں ایک اجنبی ہوں اور ایک شریف آدمی ہوں۔ چلو میاں تانگہ بڑھاؤ ، کون ہے یہ؟

صاحب جان: کس کس کا نام پوچھیں گے آپ؟

سلیم : مطلب کیا ہے آپ کا؟

سردار : مجھے آپ کا نام پوچھنا ہے۔

سلیم : میاں! ذرا تانگہ روکنا۔ ذرا انہیں اپنا نام بتادوں آپ میرا نام پوچھ رہے تھے۔ نا، اتریئے نیچے۔

سردار ہاشم : چھوڑ دیجئے لگام۔ چھوڑ دیجئے۔

اجنبی : ارے کون ہے یہ؟

دوسرا اجنبی : یہ تو کوئی چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔

تیسرا اجنبی : ارے یہ تو کوئی طوائف ہے۔ ارے طوائف ہے بھائی طوائف

کوئی : (-------------------)

اجنبی : ارے کیا نقد مال ہے یارو

لوگ : طوائف-----------

پولیس انسپکٹر : کیا نام ہے آپ کا۔

سلیم : سلیم احمد خان

انسپکٹر : آپ کیا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا ہے، آپ کیا کرتے ہیں؟

سلیم : یہ بتانا کیا ضروری ہے؟

انسپکٹر : ضروری ہے۔

سلیم : میں فوریسٹ آفیسر ہوں۔

انسپکٹر : حوالدار تم جاؤ۔ آپ جیسے با رتبہ شخص کا ایسے معاملے میں تھانے میں آنا اچھا نہیں لگا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔خیر، آپ جا سکتے ہیں۔

انسپکٹر : ہاشم خاں صاحب کو بھیجو۔

صاحب جان: سلیم! تم مجھے جہاں بھی لے جاؤ گے میری بدنامی مجھے ڈھونڈ ہی لے گی۔ میرا یہ دشمن آسمان کہیں ختم نہیں ہو گا۔ تم مجھے کہاں چھپانے لئے جا رہے ہو؟

سلیم : وہاں جہاں تمھارا آسمان ختم ہو جاتا ہے۔ السلام علیکم

مولوی : وعلیکم السلام۔ فرمایئے۔

سلیم : میں ان سے نکاح کرنے آیا ہوں۔

مولوی : جزاک اللہ، حضرات ذرا اس نکاح میں شریک
ہو جائیے اور آپ کا کیا نام ہے؟

اجنبی(تصورمیں): ارے یہ تو کوئی طوائف ہے۔

(کچھ آوازیں)

سلیم : پاکیزہ، پاکیزہ

مولوی : پاکیزہ آپ کو بعوض مبلغ 101 روپیہ مہر معجّل
پر سلیم احمد خاں ولد وہاب احمد خان سے اپنا
نکاح قبول ہے۔

مولوی : پاکیزہ آپ کو بعوض مبلغ101 روپیہ مہر معجّل
پر سلیم احمد خاں ولد وہاب احمد خان سے اپنا
نکاح قبول ہے۔

سلیم : ہاں کہو

مولوی : آپ خاموش رہیے۔ مجھی کو پو چھنے دیجئے۔
پاکیزہ بیٹی، آپ سے میں آخری بار سوال کرتا
ہوں۔

(پس منظر میں کچھ آوازیں)

مولوی : شرمایئے نہیں۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیجئے۔

آپ کو بعوض مبلغ ایک سو ایک روپیہ مہر
معجّل پر سلیم احمد خان ولد وہاب احمد خان سے
اپنا نکاح قبول ہے۔

پاکیزہ (صاحب جان): نہیں، نہیں، نہیں، نہیں، نہیں، نہیں
(پس منظر میں):چلتے چلتے، چلتے چلتے (کچھ آوازیں)
انہی لوگوں نے، انہی لوگوں نے،
انہی لوگوں نے ،انہی لوگوں نے
انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا،
انہی لوگوں نے لے لیا دوپٹہ میرا
تاڑے رہیو، تاڑے رہیو،
تاڑے رہیو او بانکے یار رے
تاڑے رہیو

ببن : کیا صاحب جان آ گئی؟
کوئی : جی، آگئی۔
صاحب جان: ہاں، یہ میری آوارہ لاش اپنے اس گلابی مقبرے
میں دفن ہو جانے کے لئے لوٹ آئی۔
ببن : ہٹ، کیسی لاش!؟

صاحب جان: ہاں ببن، ہر طوائف ایک لاش ہے۔ میں بھی ایک لاش ہوں اور تو بھی، ہمارا یہ بازار ایک قبرستان ہے، ایسی عورتوں کا، جن کی روحیں مرجا تی ہیں اور جسم زندہ رہتے ہیں۔ یہ ہمارے بالاخانے اور کوٹھے ،ہمارے مقبرے ہیں جن میں ہم مردہ عورتوں کے زندہ جنازے سجا کر رکھ دیے جاتے ہیں۔ ہماری قبریں پاٹی نہیں جاتیں، کھلی چھوڑ دی جاتی ہیں، تا کہ۔۔۔

ببن : چپ، چپ ہو جا۔

صاحب جان: میں ایسی ہی کھلی ہوئی قبر کی ایک بے صبر لاش ہوں جسے بار بار زندگی ورغلا کے بھگا لے جاتی ہے، لیکن اب میں اپنی اس آوارگی اور زندگی کی اس دھوکے بازی سے بیزار ہو گئی ہوں۔ تھک گئی ہوں۔

ببن : صاحبہ ، یہ، ہوا کیا ، کیا اس نے تجھے ٹھکرا دیا؟

صاحب جان: نہیں۔ میں انہیں چھوڑ آئی۔میں انہیں ایک بہت

گھناؤ نا گھاؤ دے کر ان کے دل کی گلی
سے نکل آئی۔

بِبن : کیوں؟

صاحب جان : میں ڈر گئی۔ اُس کی زمین نجانے کیسی تھی
که جهاں جہاں میں پاؤں رکھتی تھی وہ وہیں
وہیں سے دھنس جاتی تھی۔ دیکھنا ببن! وہ پتنگ
کتنی ملتی جلتی ہے مجھ سے۔ میری ہی طرح
کٹی ہوئی، نامراد، کم بخت۔

کوئی عورت: صاحب جان ! یہ صاحب تمھارے لئے کسی
سلیم احمد کا خط لائے ہیں۔

(خط) سلیم : صاحب جان! اس مہینے کی 26 تاریخ کو تمھیں
بھول جانے کی رسم میں بڑی دھوم دھام سے
منا رہا ہوں۔ یہی دن میری شادی کا بھی ٹھہرا
ہے ۔ اس مبارک موقع پر تم سے ایک مجرے
کی فرمائش ہے کیونکہ سنا ہے ناچنے
گانے میں تم دور دور تک مشہور ہو۔ تمھارا
ایک شناسا "سلیم"

سلیم : وہ پاؤں جو میرے دل میں چھپے رہتے تھے
آج، آج انہیں میں سب کے سامنے ناچتا
ہوا دیکھوں گا۔
کیا دیکھ سکوں گا؟

صاحب جان: آج ہم اپنی دعاؤں کا اثر دیکھیں گے۔
تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے
آج ہم اپنی دعاؤں کا اثر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے
آپ تو آنکھ ملاتے ہوئے شرماتے ہیں
آپ تو آنکھ ملاتے ہوئے شرماتے ہیں
آپ تو دل کے دھڑکنے سے بھی ڈر جاتے ہیں
پھر بھی یہ ضد ہے کہ ہم زخمِ جگر دیکھیں گے
تیر نظر دیکھیں گے
زخمِ جگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے

تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
پیار کرنا دلِ بے تاب برا ہوتا ہے
پیار کرنا دلِ بے تاب برا ہوتا ہے
سنتے آئے ہیں کہ یہ خواب برا ہوتا ہے
آج اس خواب کی تعبیر مگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے تیرِ نظر دیکھیں گے
زخمِ جگر دیکھیں گے تیرِ نظر دیکھیں گے
زخمِ جگر دیکھیں گے
جان لیوا ہے محبت کا سماں آج کی رات
شمع ہو جائیگی جل جل کے دھواں آج کی رات
آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں گے
آج کی رات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں گے
تیرِ نظر دیکھیں گے زخمِ جگر دیکھیں گے
آج ہم اپنی دعاؤں کا اثر دیکھیں گے

تیرِ نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خالہ : شہاب الدین! آؤ دیکھو اپنی بے آبروئی کا یہ تماشہ دیکھو۔ یہ تمھاری ہی آبرو ہے جو تمہاری ساری برادری کے سامنے تمہارے ہی گھر کے آنگن میں ناچ رہی ہے۔ یہ تمھاری ہی غیرت کا خون ہے۔ تمھاری بیٹی کا خون جس پر تمھارا پاؤں رکھا ہو اہے۔

شہاب : میری بیٹی کا خون۔ میری بیٹی

صاحب جان: میرے بابا

خالہ : یہ الزام نہیں ہے حکیم صاحب! یہ

خالہ : دیکھا اُس مظلوم عورت کا لہو آج کیا رنگ لایا ہے۔ جس کے داغ تمھاری آستینوں پر سوکھ گئے تھے۔

بڑے ابا : کیا بک رہی ہے تو۔ یہ الزام لگا کر تو ہمیں بدنام نہیں کر سکتی۔

خالہ : یہ الزام نہیں ہے حکیم صاحب، یہ تم فرعونوں کے غرور کی سزا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ شہاب الدین

پہچانو اسے۔

بڑے ابا : ہٹ جاؤ۔ شہاب الدین ہٹ جاؤ

کوئی عورت : بھیا

یہ کیا کر رہی ہو؟

اماں : شہاب میرے لعل، میرے بیٹے

سلیم : چچا جانی، چچا جانی، چچا جانی، چچا جا۔۔۔۔۔۔۔۔، یہ کیا ہوا، کیا ہوا؟

شہاب : سلیم

سلیم : جی

شہاب : یہ میری بیٹی ہے

خالہ/نائکہ : نہیں شہاب الدین۔ یہ ابھی تک صرف نرگس کی بیٹی ہے۔ یہ اُس وقت تک تمھاری بیٹی نہیں کہلائی جا سکتی جب تک ایک بارات (برات) اسے بیاہنے نہیں آئے گی۔ اور تم میرے کوٹھے سے اس کا ڈولا نہیں اٹھواؤ گے

سلیم : میں بارات لے کر جاؤں گا چچا جانی میری بارات وہاں جائے گی۔

شہاب : مجھے اپنے ساتھ ضرور لے جانا۔ بہر حال لے جانا، اپنی بارات کے ساتھ۔

سلیم : چچا جانی آپ بارات کے ساتھ جائیں گے ڈولا آپ ہی کے ہاتھوں سے اٹھے گا چچا جانی میں یقین دلا رہا ہوں آپ کو۔ آپ ضرور جائیں گے بارات کے ساتھ۔ آپ کے ہاتھوں سے ہی ڈولہ اٹھے گا۔ چچا جانی ضرور اٹھے گا۔ ضرور، چچا جانی ضرور۔

مولوی صاحب: یہ نکاح آپ کو منظو رہے

صاحب جان : جی

کوئی : خاموش

مولوی : بسم اللہ الرحمن الرحیم . یا لھا الناس اتقو ا ربکم الذی خلقکم من نفس و احدۃ و خلق منھا ز و جھا

بڑے ابا : شہاب الدین ! اپنی بیٹی کو رخصت کرو، رخصت کرو شہاب الدین رخصت کرو۔

(بیک گراونڈ میں)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(خداحافظ)